



نائلہ طارق

ناولٹ

کہو ما کہو میری عید کا حال

”بکھی کسی مرد کو محبت نہیں کرنی چاہئے اور مرد بھی محبت نہیں کرنی چاہئے“ اس عورت سے تو بالکل بڑا وہ جو تم جیسا جذباتی ہو کم از کم تمہیں کسی عورت سے جو حد سے زیادہ بے حس اور سنگدل ہو جس کے

خاسوش مگر غش بولتے ہوں کسی اور جانب دیکھنے کا موقع نہ دیتے ہوں۔۔۔ سڈنی کی کنگ اسٹریٹ پر تیز قدموں کے ساتھ چلتے ہوئے وہ آج پھر اشتعال میں مبتلا تھا اگر اس وقت قلعی سے بھی کوئی اس سے ٹکرا جاتا تو اپنی ہڈیاں اس کے ہاتھوں تڑوا دیتے۔ اگر یہ جنون تھا تو بے وجہ نہ تھا۔

﴿.....﴾

یہ چاند عید کا
شبنم کا بہانہ
تیری دید کا
یہ چاند رات بھی

نہ احوال کی

چاند میرے نصیب کا

مذہم آواز سے اڑتے دوپٹے سے اپنے مہندی والے ہاتھ بچاتے ہوئے وہ لان میں آئی تھی جہاں چاند رات کے لئے خصوصی لائٹس کا اضافہ خوبصورت منظر پیش کر رہا تھا یہاں سب کچھ ویسا ہی ہے طائرانہ نظر دوڑاتے ہوئے اس کی نظر ساتھ والے گھر کے ٹیرس پر رکی تھی وہ جو بھی تھا صرف اس کی پشت وہ دیکھ سکتی تھی۔
”کیا واقعی سب کچھ پہلے جیسا ہے؟“ ٹیرس کی ویرانی پر اس کے دل نے سوال کیا تھا بوجھل قدموں کے ساتھ نرم گھاس پر چلتے ہوئے وہ حال سے دور ہوتی

چلی گئی تھی۔

صبح خیر وہ بھی یہاں تو رات اس نے بے خوابی میں ہی گزاری تھی و جو بات یقیناً نئی جگہ نیا ماحول اور شہر تھے اس وسیع و عریض گھر میں بسنے والے لوگ اس کے لئے اجنبی تھے بھی اور نہیں بھی..... نرم گھاس پر بیروں تک شبنم کی ٹھنڈک اور تازگی محسوس کرتے ہوئے اس نے کھلے آسمان کو دیکھا تھا۔

اسے کبھی سمجھ نہیں آیا کہ ایک بیوی اور بچوں کی موجودگی میں اس کے باپ نے اس کی ماں سے دوسری شادی کیوں کی تھی؟ اور اگر کر لی تھی تو پھر اس پر غلطی کا ٹیگ کیوں لگا ڈالا؟ شاید بے شمار انسانوں کی طرح لاشعوری طور پر اس کے باپ سے بھی یہ غلطی ہو گئی تھی اس بچ پر سمجھوتا کرتے ہوئے وہ دنیا میں ان کی غلطی کا خمیازہ بٹھکتے آگئی تھی اور غلطی کرنے والے ہاتھ جھاڑتے الگ الگ راستوں کی جانب گامزن..... اسے کوئی مہربان گرم آغوش یا نہیں وہ عمر جس میں شعور و آگئی کے دروازے ہوتے ہیں اس نے خود کو اپنے ماہوں کی فیملی کے درمیان ایک تیسرے درجے کی انسان کے طور پر دیکھا یا پایا اس کے ارد گرد زیادہ گرجوٹی نہیں تھی تو بہت زیادہ سرد مہری بھی نہیں تھی اور وہ اسی میں خوش تھی صبر کے ٹھونٹ لیتی وہ دنیا میں آئی تھی اور اب تک لے رہی تھی اسے کسی سے کوئی شکایت نہیں تھی اس چیز پر بھی نہیں کہ اسے اپنے باپ کا چہرہ تین چار ماہ میں ایک بار دکھائی دیتا ہے اور ماں کا چہرہ سال دو سال میں جب وہ اپنے دوسرے شوہر اور بچوں کے ساتھ دہلی سے آتی ہیں ماں ملک سے باہر اور باپ شہر سے باہر ان دونوں کی زندگی میں اس کے لئے کوئی جگہ نہیں مگر انہوں نے اتنا حق اسے دے رکھا تھا کہ وہ اپنی ضروریات کے لئے انہیں کسی بھی وقت یاد کر سکتی ہے اسے یاد نہیں کہ ایسا کبھی ہوا ہو کہ اس نے ہفتوں گزرنے کے بعد بھی ان دونوں سے فون پر بات نہیں کی تو وہ پریشان ہو کر خود اس

سے رابطے میں آئے ہوں یہ اس کے لئے ایک تڑپاؤ ہے مگر جے بی بی کی شادی کی خوشی ہی تھی جہاں اس کے باپ نے یہ ہمت کر لی تھی کہ اسے ساتھ اپنے گھر اور بیوی بچوں کے درمیان لے آئے تھے کل ہی تو اس گھر میں وہ بے شمار اندیشوں اور خدشوں کے ساتھ داخل ہوئی تھی بہت زیادہ وارم ویلم تو نہیں جس کی اسے توقع پہلے سے تھی مگر پھر بھی سب نا انداز میں ملے ربیکا اور فاروق گھر کی بڑی اولاد ہیں رمیش اور اس کے درمیان ایچ ڈی ایف ٹیس بہت زیادہ تھا جبکہ سب سے چھوٹا گھر میں عمر تھا اپنے باپ خواہش پر وہ ان کے ساتھ یہاں آنے پر تیار تو ہو گئی کہ کسی کو انکار کرنا اس کی فطرت میں شامل ہی نہیں شاید اسی لئے وہ خود سے اکثر ناراض رہتی تھی مگر جے ہستی کی وجہ سے اس کا دل تذبذب کا شکار تھا وہ رفتہ رفتہ ایک کالج میں وہ ٹیچر تھیں ان کی شخصیت رعب دار اور پر وقار تھی ربیکا اور رمیش کی طرح انہوں نے فاصلہ نہیں رکھا تھا خود آگے بڑھ کر گلے لگایا تھا مگر کسی خوش فہمی میں جتنا نہیں ہوئی تھی۔ خوش الحان پرندوں کی چہچہاہٹوں کو سنتے ہوئے نرم گھاس پر چہ قدی کرتے ہوئے اس کی نظر ساتھ والے گھر کے ٹیر کی جانب اٹھی تھی وہاں موجود خاتون پتا نہیں کب وہاں موجود تھیں ان کے مسکراتے چہرے کو دیکھتے ہو۔ اس نے بھی مسکراہٹ کے ساتھ اشارے سے انہیں سلام کیا تھا ساتھ والا گھر اس کے تایا کا تھا اور وہ خاتون ان کی بیوی تھیں کل رات ہی تو اس کی آمد کا سن کر وہ ملنے آئی تھیں پہلی بار وہ رو بردائے تایا تائی سے ملی تھی اتنے قریبی رشتوں سے اگر وہ زندگی میں پہلی بار مل رہی تھی تو یہ صرف اس لئے تھا کہ اس کے باپ کی دوسری شادی کو ان کے خاندان نے سرے سے قبول ہی نہیں کیا تھا وہ جانتی تھی اس لئے ان سب کا سامنا کرتے ہوئے وہ جھکے سر کے ساتھ بے گناہ ہونے کے باوجود شرمندگی کی آتھ گہرائیوں میں غرق تھی ربیکا کی شادی اس کے

تایا کے بیٹے سے ہی ہو رہی تھی اور اس شادی میں ابھی کچھ دن باقی تھے اسے معلوم تھا کہ اپنے باپ کی خوشی کے لئے یہاں رہتے ہوئے اور یہاں سے جاتے ہوئے بھی وہ کسی سے نظر ملا کر بات نہیں کر سکے گی۔ گہری سانس لے کر اس نے گھر کے اندر جانے کا ارادہ کیا ہی تھا جب چونک کر وہ اس لکڑی کے بڑے سے گیٹ کی طرف متوجہ ہوئی تھی جو برآمدہ والے گھر کے لان میں کھلتا تھا فاروق کے ساتھ اس دروازے سے اندر آتا وہ شخص اس کے لئے مکمل اجنبی تھا دوسری جانب اس شخص کی حیران نظریں بھی اس پر مرکوز تھیں۔

”حماد! یہ یا قوت ہیں تایا ابو کے فرزند اور ان کی آخری اولاد ان کی ذمہ داری ان کے ماں باپ پر اتنی بھاری تھی کہ اللہ نے ماں باپ کا ایک اور جوڑا انہیں سنبھالنے کے لئے مقرر کر دیا اب ان کا یہ حال ہے کہ ایک باپ کا ناک میں دم کر رکھا ہے اور دوسرے باپ کا جینا دو بھرنائیں البتہ ان کے شر سے محفوظ ہیں۔“ فاروق کے مان اسناپ تعارف پر وہ دنگ نظروں سے اسے دیکھتی اور بھی اس سنجیدہ کھڑے شخص کو۔

”تم یہاں پہلی بار آئی ہو مگر مستقل یہ بھی یہاں نہیں رہتے سڈنی میں جب ان کو جوتے بڑتے ہیں تو یہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر یہاں آ جاتے ہیں مگر چند دنوں میں ہی اپنے والد محترم سے جھگڑا کر کے دم دباتے واپس سڈنی بھاگ لیتے ہیں۔“ حماد کا اپنا حلق خشک ہو چکا تھا شکر تھا کہ فاروق نے تعارف مکمل کر کے ساتھ کھڑے شخص کو مسکراتی نظروں سے دیکھا تھا۔

”یہ ہوتا ہے انجام کسی کو میٹھی نیند سے اٹھا کر زبردستی منہ اندھیرے واک پر لے جانے کا۔“ مسکراتے لہجے میں فاروق نے اس شخص کو جیسے جنایا تھا جو حسمکین نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

”اور یہ ہیں حماد۔“ مزید مختصر تعارف کے ساتھ فاروق نے نروس کھڑی حماد کی طرف اشارہ کیا تھا۔

”کون حماد؟ تعارف مکمل کرواؤ۔“ یا قوت کے

سنجیدہ لہجے پر فاروق نے ایک لمبے کورک کر پہلے اسے اور پھر حماد کو دیکھا تھا جس کا سر جھک گیا تھا۔

”حماد میری بہن سے اتنا تعارف کافی ہے۔“ آنکھوں ہی آنکھوں میں یا قوت کو دمھکاتے ہوئے وہ بولا تھا۔

”حماد! اس وقت تم ہی بیدار ہو گھر میں اور یہ حضرت معذہ بھر کر یہاں سے نلنے والے نہیں..... اگر زحمت نہ ہو تو ناشتے کے لئے جو کچھ دستیاب ہے جلد از جلد لے آؤ۔“

”جی..... ابھی لاتی ہوں۔“ پھنسی آواز کے ساتھ وہ سرعت سے جانے کے لئے پلٹ گئی تھی۔

”کس مکمل تعارف کی بات کر رہے تھے؟“ حماد کے جاتے ہی فاروق نے اسے گھورا تھا۔

”کیوں..... شرم آرہی تھی یہ بتاتے ہوئے کہ تمہارے باپ نے کسی زمانے میں جو دوسری شادی کی تھی یہ تمہارا کام نہ یوں ثبوت ہیں۔“

”یہ میں اس کے سامنے کہتا؟“ فاروق نے اس کی بات کاٹی تھی۔

”کیا حرج تھا؟ آخر اس کے سامنے تم نے میری منی بھی تو پلید کی ہے۔“ اس کے گھر کئے پر فاروق کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

”جن میں اسے یہی خوف طاری رہا تھا کہ اگر کسی نے اسے اتنے استحقاق سے یہاں دیکھا تو اس کے بارے میں کیا سوچے گا؟ ابھی اسے یہاں آئے چوتیس گھنٹے بھی تو نہیں گزرے تھے۔ بڑی سی رے ہاتھوں میں سنبھالتی وہ واپس لان میں آئی تھی اس کے قدم ڈمگانے لگے تھے جب ان دونوں کو ہی اس نے اپنی طرف دیکھتے پایا تھا یہ غیبت ہوا کہ فاروق نے خود ہی اٹھ کر رے اس کے ہاتھوں سے لے لی تھی۔

”تم بھی بیٹھو ساتھ ناشتہ کرو۔“ اسے جانے کے لئے پر تو لے دیکھ کر فاروق نے کہا تھا۔

”نہیں..... میں سب کے ساتھ ناشتہ کروں گی۔“

حد سے زیادہ سرخ رنگت والے شخص کی نگاہوں سے گھبراتے ہوئے انکار کرتی جانے کے لئے پٹ گئی تھی۔
 ”ہمارے گھروں میں کب سے سب ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کرنے لگے ہیں؟“ حیران لہجے میں اس نے فاروق سے پوچھا تھا اور پھر دھیرے سے ہنسنے ہوئے اسے جو تیزی سے لان عبور کرتی گھر کے اندر جا رہی تھی۔

.....

وہ بالکل بھی باہران سب کزنز کے درمیان جا کر نہیں بیٹھنا چاہتی تھی وجہ وہی اذلی جھگ اور خود اعتمادی کی کمی۔ مگر جب عمر بیک کی ہدایت پر اسے بلائے آیا تو ناچار اسے باہر جانے کے لئے اٹھنا پڑا تھا اس کے قدم من من بھر کے ہو رہے تھے ان سب کی نظریں بھی تو اس کے فتنے چہرے پر ٹھہر گئی تھیں۔

”یہاں آ جاؤ حمادہ! ریکا کے اشارے پر وہ اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی تھی مگر نظر اٹھا کر کسی بھی جانب نہیں دیکھا تھا۔

”تم اتنی تنہائی پسند کیوں لگتی ہو مجھے..... ڈر لگتا ہے کیا انسانوں سے؟“ اپنے ناخنوں کی تراش خراش کرتی رمیضہ نے نخوت بھری نظر اس پر ڈالی تھی۔

”انسان تم جیسے ہوں تو ڈرنا ہی زیادہ مناسب ہے۔“ اس کے جھکے سر پر نظر ڈالتے ہوئے یا قوت نے برہنہ کہا تھا۔

”کیا مطلب ہے تمہارا؟“ رمیضہ نے ابدو چڑھائی تھیں۔

”ارے..... کوئی یاد رہائی کا تعارف تو کرواؤ حمادہ سے۔“ فاروق نے اچانک یاد دلایا تھا۔

”حمادہ! یہ یاد رہیں تانیا ابو کے سب سے بڑے سپوت تم ان کی شادی میں ہی شرکت کرنے یہاں آئی ہو۔“ ریکا نے مسکراہٹ دباتے ہوئے یاد رکھ دیکھا تھا۔

”یاد رہائی کی شادی میں تمہارا عقیدہ ہے یہ بھی بتاؤ۔“ فاروق کے حسمکین لہجے پر ریکا بے ساختہ

ہنسی تھی۔

”آپ کیا کرتی ہیں حمادہ؟ اسٹینڈیز جا رہی ہیں کی؟“ پاور کے سوال پر اس کا چہرہ بالکل ہی اتر گیا تھا۔

”گر بچویشن کیا ہے۔“ وہ منمنائی تھی۔

”کب عمل ہوا آپ کا گر بچویشن؟“ یاد رہنے پوچھا تھا۔

”ایک سال ہو گیا۔“ وہ بولی تھی۔

”گر بچویشن کا تیر چلا کر تم اب ایک سال سے ہو کسی احمق اعظم کے انتظار میں۔“ رمیضہ کے استہج لہجے پر وہ سر نہیں اٹھا سکی تھی۔

”تمہاری سی کیبکری کی ہیں یہ۔“ یا قوت پھر درمیان میں رمیضہ کو بھڑکا دیا تھا۔

”تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ میرے فٹنل میں ہوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھی۔“

”کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ؟ ذرا سا مذاق برداشت نہیں ہوتا تم سے۔“ فاروق نے فوراً ہی ربو گھر کا تھا۔

”تم جو بار بار بن بلائے درمیان میں کود رہے پہلے اپنا تعارف تو کرو اور درنہ یقیناً حمادہ تمہیں اغویں سمجھ رہی ہوگی۔“ ریکا نے اپنی بہن کا بدلہ

ہوئے اس کی سرخ رنگت کو نشانہ بنایا تھا۔

”یا قوت کو کسی تعارف کی ضرورت نہیں۔“ وہ نیازی سے بولا تھا۔

”کیوں..... آپ میں کیا سرخاب کے پر ہیں۔“ رمیضہ نے نخوت سے کہا تھا۔

”یا قوت کو سرخاب کے پروں کی بھی ضرورت نہ ہو مگر سرخاب کے پر یا قوت کے محتاج ضرور ہوتے ہیں۔“ اس کے لہجے سے جھلکتے فخر پر حمادہ نے نظر اٹھا

تھی لائن براؤن بالوں کو انگلیوں سے سنوارتا وہ۔

یہ دیکھ رہا تھا جو سرعت سے نظر جھکا بھی گئی تھی۔

.....

سو کر جب وہ اٹھی تو دفعہ سے معلوم ہوا کہ رمیضہ

اور ریکا شاپنگ کے لئے نئی چین ریکا کی تیاری تو ساری عمل تھی مگر اس کے باوجود کسی نہ کسی چیز کی کمی کا

احساس بردقت ہو رہا تھا رفعت کے پاس پڑوس سے کوئی خاتون آئی بیٹھی تھیں کچھ دیر تک ڈرائنگ روم

میں وہ بھی ان کے ساتھ بیٹھی رہی تھی مگر پھر اکتا کر باہر نکل آئی تھی دھیرے دھیرے قدم بڑھاتی وہ اپنے تایا

کے گھر کے لان میں داخل ہو گئی تھی ایک پل کو رک کر اس نے جائزہ لیا تھا خاموشی میں صرف وقتاً فوقتاً

پرندوں کی آوازیں ابھر رہی تھیں ڈھلتی دوپہر کے باعث آف وہائٹ عمارت کے براؤنلش گلاس نرم

دھوپ سے چمک رہے تھے دو قدم ہی اس نے آگے بڑھائے تھے جب ایک بھیا تک آواز پر وہ دہل کر چلی

تھی وہ یقیناً گھر کا پالتو کتا تھا جو بھونکتا ہوا برق رفتاری سے اس کی جانب آ رہا تھا جس کے اوسان خطا ہو چکے

تھے نسوانی جینوں پر وہ کچن کے عقبی دروازے سے دوڑتا ہوا لان میں آیا تھا اور اگلے ہی پل دنگ رہ گیا تھا

شہوت کے گھنے درخت کی مضبوط ٹہنی پر بیٹھی وہ خوف سے کانپ رہی تھی جبکہ درخت کے پاس ہی ٹھلکتا کتا اس کے نیچے اترنے کا خطر تھا۔

”تم کبھی انسانوں والی حرکتیں نہیں سیکھ سکتے واپس اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ جاؤ۔“ کتے کو گھر کتے ہوئے اس

نے حکم دیا تھا اور وہ کتا واقعی فرمانبرداری کے ساتھ دم ہلاتا اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا تھا۔

”اب آپ نیچے تشریف لاسکتی ہیں۔“ سر اٹھا کر یا قوت نے اس کے سفید پڑے چہرے کو دیکھا تھا۔

”نہیں..... وہ پھر میرے پیچھے آ جائے گا۔“ وہ نفی میں سر ہلاتی روہانی ہونے لگی تھی۔

”ڈر میں مت وہ کچھ نہیں کرے گا۔“

”مگر وہ کچھ بھی کر سکتا ہے دیکھیں وہ مجھے دہاں سے بھی گھور رہا ہے۔“ دہشت کے ساتھ حمادہ نے اشارہ کیا تھا۔

”میرا یقین کریں وہ کچھ کر ہی نہیں سکتا“

لڑکیوں کا احترام وہ بہت کرتا ہے بس اسے لڑکیوں کے پیچھے بھاگنے کا جنون ہے۔“ وہ بمشکل مسکراہٹ چھپائے بولا تھا۔

”میں اتنی اوپر کیسے پہنچی گئی اب میں نیچے کیسے آؤں گی؟“ پہلے تو خطرے نے اسے احساس نہیں

ہونے دیا تھا مگر اب دوبارہ اس کے اوسان خطا ہونے لگے تھے۔

”نیچے آ کر آپ مجھے بس یہ پیکر بیٹ بتا دیجئے گا کہ سلیم رز کے ساتھ آپ اس درخت پر چڑھ کیسے گئیں؟“

اس کے مسکراتے لہجے پر اور اپنی حالت زار پر وہ بری طرح شرمندہ ہو گئی تھی تب ہی اپنی ماں کی آواز پر وہ ان کی طرف پلٹا تھا۔

”پہلی فرصت میں اس جانور کو گھر سے نکالو تم تو چلے جاتے ہو مگر اسے ہماری جان کا عذاب بنا جاتے ہو۔“ بیٹے پر غصہ کرتیں وہ حمادہ کی طرف متوجہ ہوئی تھیں۔

”تم ٹھیک ہو۔“ یکدم ہی رک کر انہوں نے یا قوت کو گھور اٹھا جو بمشکل نفی روکتا اب سنجیدہ نظر آنے کی

کوشش میں تھا۔

”اس بے چاری کو نیچے لانے کے لئے کچھ کرو کہیں گر نہ جائے وہ۔“

”میں ایک ہی کام کر سکتا ہوں۔“ سنجیدگی سے بول کر اس نے حمادہ کو دیکھا تھا۔

”کوہ جاؤ۔“

”نہیں۔“ دہشت کے ساتھ وہ مزید فہمی سے چٹ گئی تھی جبکہ اپنی ماں کے گھورنے پر وہ فوراً ہی ایک

چیز اٹھا لیا تھا۔

”آپ اپنے پیر میرے کندھے پر رکھ دیں۔“ چیز پر چڑھ کر اس نے ہدایت دی تھی۔

”نہیں..... میں یہ نہیں کر سکتی۔“ حمادہ نے ہول کر ہیر سمیٹ لئے تھے۔

”کوئی بات نہیں..... یہ کرنا ہی پڑے گا تم اتنی

اونچائی پر ہو۔ یا قوت کی والدہ نے اسے سمجھایا تھا مزید شرمندگی سے بچنے کے لئے اس نے ڈرتے ڈرتے اپنے سپر زیچے پھینک کر پیر یا قوت کے شانے پر رکھ دیئے تھے بہت سنبھال کر جیسے اترتے ہوئے وہ مزید گھٹنوں کے بل بیٹھا تھا اس کی ماں نے فوراً ہی حمامہ کو سہارا دیکر اپنے قریب کر لیا تھا۔

”معاف کیجئے گا“ کافی بھاری بھر کم ہیں آپ ہاتھ جھاڑتے ہوئے اس نے مسکراتی نظروں سے حمامہ کے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھا تھا۔

”تمہارے ہاتھ بہت زخمی ہو گئے ہیں۔“

”نہیں..... تاکہ امی! زیادہ چوٹ نہیں لگی۔“ گڑبڑا کر اس نے اپنے خون آلودہ ہوتے ہاتھ چھپانے کی کوشش کی تھی۔

”تمہارے ہاتھ تو واقعی بہت زخمی ہو گئے ہیں۔“ یا قوت نے تشویش سے کہا تھا جبکہ حمامہ ساکت رہ گئی تھی جب اس نے حمامہ کے ہاتھ پکڑ کے جائزہ لینے کے بعد اپنی ماں کے حوالے کئے تھے۔

”بینڈج کرنی پڑے گی آؤ تم میرے ساتھ۔“ کچھ پریشان ہو کر وہ حمامہ کا ہاتھ تھامیں واپس بکن کے عقبی دروازے کی طرف بڑھ گئی تھیں۔

”دو پہر میں یا قوت نے کھانا نہیں کھایا تھا میں اس کے لئے کھانا گرم کرنے آئی تھی کہ تمہاری چیخ سنائی دی میں تو گھبرا ہی گئی تھی۔“ اس کی ہتھیلیوں کے زخم روئی سے صاف کرتے ہوئے وہ بول رہی تھیں تب ہی یا قوت فرسٹ ایڈ باکس ٹیبل پر رکھتے ہوئے قریب ہی کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

”آپ کھانا گرم کریں میں بینڈج کر دیتا ہوں۔“ وہ اپنی ماں سے مخاطب ہوا تھا۔

”میں خود کر لوں گی۔“ حمامہ نے گھبرا کر اسے روکنا چاہا تھا مگر وہ ان سنی کر گیا تھا جبکہ اس کی گہری سنجیدگی پر حمامہ مزید کچھ بول نہیں سکی تھی مگر ایک چورنگہ ضرور اس کے چہرے پر ڈالی تھی سرخی مائل گندی رنگت کے حال

اس شخص کا نام جس نے بھی رکھا تھا وہ انسان کا تعریف تھا۔

یوہل تدموں کے ساتھ شارب تھا وہ رمیہ ربیکا کے پیچھے ہی لاؤنچ میں آئی تھی جہاں یا قوت موجودگی نے اسے کچھ اور ہراساں کیا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ آگے کیا ہونے والا ہے۔

”حمامہ! آج مجھے بتاؤ تم کس دنیا سے آ ہو.....؟ کم از کم مجھے تو تم اس دنیا کی نہیں لگتی ہو۔“ یہ کی آواز پر وہ بس اپنے ہاتھوں پر نظر جمائے سن رہی تھی۔

”اعتماد نام کی کوئی چیز اس کے پاس نہیں۔“ شاہجک مال میں ایک شخص نے اچانک رک کر اس نام پوچھ لیا اس کی تو ایسی شکل ہو گئی جیسے وہ شخص کڈیہ کرنے کی اجازت مانگ رہا ہے آنکھیں پھیل گئیں چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ ”فاروق کے استفسار پر ربیکا رہی تھی جبکہ یا قوت نے بغور حمامہ کے چہرے بدلتے رنگوں کو دیکھا تھا وہ نظر جھکائے پیسے میں بیجا ہتھیلیاں دھیرے دھیرے آئیں میں مل رہی تھی۔

”مجھے یہ بتاؤ تمہاری شاہجک کا سلسلہ کب رکے لگتا ہے بارات کے دن بھی تم شاہجک مال میں ہی گھوڑ پائی جاؤں گی۔“ یکدم ہی یا قوت نے جس طرح رہ سے مخاطب ہو کر سب کا دھیان حمامہ کی طرف سے ہٹا دیا تھا اس نے شکر کا سانس لیا تھا ”وی پرانگش مودی۔“ ساتھ ان سب کی باتوں کے شور میں وہ بہت خاموشی نا محسوس انداز میں اٹھ گئی تھی۔ لان میں روشن گر لائٹس کو دیکھتے ہوئے وہ جھکنے ستون سے شانہ ٹکائے صم کھڑی تھی خفت کا حملہ بھی تو شدید تھا مگر یہاں اسے اب ہر روز ہی اپنی کسی حرکت پر تہمیرے تنقید خفت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا وہ جانتی تھی کہ اس میں خ اعتمادی بالکل نہیں ہے مگر اس بات کا احساس یہاں سب کو ہی ہو چکا تھا یہ اس کے لئے برداشت کرنا بہتر

نفسن تھا چار لوگوں کے درمیان اپنی عزت نفس کو بھرا جھوتے دیکھنا اسے اپنے آپ سے بھی نظر ملانے کے قابل نہیں چھوڑتا تھا تدموں کی آہٹ پر وہ چوٹی تھی قریب آتے شخص کی آنکھوں میں اسے اپنے لئے کوئی تسخیر تو نظر نہیں آیا تھا مگر اسے اپنا آپ بہت چھوٹا محسوس ہوا تھا نظر جھکائے وہ اپنے سامنے رکے لیدر کے براؤن جوتے دیکھ رہی تھی ربیکا کی طرح اس سے بھی وہ اپنے لئے کسی شرمسار کر دینے والے ریمارکس کی منتظر تھی۔

”اپنے آپ کو جانتی ہو تم؟“ گیمیر سنجیدہ سوالیہ لہجے پر حمامہ کو اپنی سماعتوں پر شک گزرا تھا۔

”نہیں جانتی ہو تو جان لو اپنے آپ کو۔“ ایک بار پھر ابھرتی آواز پر حمامہ نے کوشش کی تھی نظر اٹھا کر اسے دیکھنے کی مگر اس کے گریبان سے اوپر وہ مزید نظر نہیں اٹھا سکی تھی۔

”ورنہ اگر کسی اور نے تمہیں جان لیا تو..... بہت مسئلہ ہو جائے گا۔“ کچھ تھا اس کے لہجے میں جو حمامہ کی نظریں یکدم اس کے گریبان سے انھیں چہرے تک پہنچی تھیں جہاں سنجیدگی ہی سنجیدگی تھی۔

”دوسروں کی مارا سنگی مول لینے کے ذرے ہمیش خاموشی سے سب کچھ سنی رہوں گی تو ایک دن آئے گا جب تمہارا دل ناراض ہو کر تم سے ہی کلام کرنا چھوڑ دے گا اور اگر تمہارے دل نے تم سے کلام کرنا چھوڑ دیا تو یہ میرے لئے بہت بڑا مسئلہ بن جائے گا۔“ اس کے سنجیدہ لہجے پر وہ بس دنگ نظروں سے اس کی آنکھوں میں چمکتی مسکراہٹ کو دیکھ رہی تھی دوسری جانب وہ اس کے چہرے سے نظر ہٹاتا آگے بڑھ گیا تھا حمامہ کی ابھی نظریں اس کے تعاقب میں ہی رہی تھیں جب تک وہ اوہل نہیں ہو گیا۔

دروازے پر ابھرتی دستک نے باتوں کا سلسلہ توڑا تھا ”اوہ کھلے دروازے سے نمودار ہوتے چہرے کو دیکھتے

ی وہ سرعت اپنی جگہ سے اٹھا تھا دوسری جانب وہ توقع کے برخلاف یا قوت کے ساتھ کسی ایسی شخص کی موجودگی پر گھبرا کر اٹھنے تدموں نکل جانا چاہتی تھی اپنے نام کی پکار پر رک گئی تھی۔

”آ جاؤ حمامہ! کوئی کام تھا تمہیں.....؟“ یا قوت کے نرم سوالیہ لہجے پر اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بیڈ پر جوتوں سمیت نیم دراز شخص کو بھی دیکھا تھا جس کی جانب یا قوت بھی پلٹا تھا۔

”تم خود اٹھو گے یا میں اٹھاؤں؟“ اس کی مدھم گھر کنی آواز پر اس کا دوست فوراً ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

”اب تم فوراً یہاں سے جاؤ گے یا میرے ہاتھوں قتل ہو گے.....؟“ اس کی مدھم آواز میں موجود دھمکی نے اس کے دوست کو دنگ کیا تھا۔

”مگر تم تو مجھے کھانا کھلا کر بھیجنے والے تھے۔“

”عقرب یا دور بھائی کا دلیمہ ہے اس میں اپنے ہاتھوں سے کھلا دوں گا مگر ابھی نہ۔“

”یہ خاتون اگر دہاں بھی پہنچے گی تو تم نے مجھے وہاں سے بھی یونہی نکل آؤٹ کر دینا ہے کیا فائدہ۔“ اس کا دوست ڈھٹائی سے لڑا وہ جلدی بل اس کی خشمکین نظروں پر مسکراہٹ چھپاتا دروازے کی سمت بڑھ گیا تھا۔

”اب کہو حمامہ! کیسے یاد کیا.....؟“ پرسکون مسکراہٹ کے ساتھ وہ اس کی طرف آیا تھا۔

”یادور بھائی کہاں ہیں.....؟“ حمامہ کے سوال پر یا قوت کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہوئی تھی۔

”مجھے لگا وہ یہاں ہوں گے۔“ اس کی خاموشی پر وہ مزید بولی تھی۔

”کیا بات ہے یادور بھائی کی..... بڑے بڑے لوگ ان کی تلاش میں ہیں۔“ اس کے ہلکے سے طنزیہ لہجے پر وہ کچھ حیرانگی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

”کیا آپ بتانا پسند کریں گی کہ میرے روم میں آپ یادور بھائی کی تلاش میں کیوں آئی ہیں؟“

”انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ ان کے پاس بہت اچھی کتابوں کا کُلکیشن ہے تو میں وی لینے.....“ اس کی بے انہما سنجیدہ نظروں پر حمامہ کی آواز حلق میں پھنس گئی تھی۔

’بعد؟‘ وہ بوجھ رہی تھی۔
 ”کس کی شادی کے بعد.....؟“

”ہائس ٹی“ مشہور جگہیں، سڑکیں، بلڈنگ وغیرہ
 کے آگے سڑکی سڑکی، مسجد گاہے بتا رہا تھا۔

”تو پھر سڈنی میں آپ کوئی ایک پریسٹ گرل
فریڈ بنالیں۔“ وہ مسکرا کر بولی تھی۔

سب انہی چہروں کے درمیان وہ اپنے خول میں قید ہوئی چلی گئی تھی اس کی یہاں موجودی پر حیرت و تجسس بھری نگاہیں سرگوشیوں اور چہ گویاں اسے بالکل منظر سے ہٹا گئی تھیں اس وقت بھی روشنیوں سے جگمگاتے لان میں وہ رمیضہ اور اس کی دیگر کزنز کے جم غفیر میں سب سے پیچھے خاموش کھڑی تھیں قہقہے منقہ خالی خالی نظروں سے سب کے چہرے تک رہی تھی سب کتنے خوش تھے ایک دوسرے پر ہونٹ کرتے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے بس ایک وہی تھی جو سب سے الگ تھلگ اور اس ماحول میں مس فٹ تھی کئی بار دل چاہا کہ کسی طرح وہ آگے بڑھے ربیکا اور یاور کی رسم ہوئی دیکھے مگر یہاں واقعی اس کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی اتنے سارے لوگوں میں وہ کسی کو نظر نہیں آ رہی تھی تو یہ حیرت انگیز نہیں تھا۔

”ایس ان ونڈر لینڈ“۔ عقب سے ابھرتی مانوس آواز پر وہ ساکت ہوئی تھی اور اگلے ہی پل پلٹ کر دیکھے بغیر تیز قدموں کے ساتھ وہاں سے دور چلتی چلی گئی تھی دوسری جانب حیران نظروں سے یا قوت اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

آج بھی صورتحال کچھ زیادہ مختلف نہیں رہی تھی تیلیوں کے درمیان اڑی پھرنی رمیضہ کے پیچھے بھاگنے کے بجائے اس نے وسیع سبزے پر ایک کونا چکر لیا تھا وہیں سے اسے روشنیوں سے جھللاتا خیزہ کن منظر دکھائی دے رہا تھا ربیکا اور یاور دونوں ہی قیامت ڈھا رہے تھے مگر اسے کسی چیز میں دلچسپی محسوس نہیں ہو رہی تھی دل بہت زیادہ بوجھل ہو رہا تھا اگر یہ شادی ربیکا کی نہ ہوتی تو وہ مزید ایک دن بھی یہاں رہنے کے لئے تیار نہ ہوتی وجہ یہ نہیں تھی کہ اسے بری طرح اگتور کر دیا گیا تھا اور نہ ہی وجہ یہ تھی کہ رفعت کے بہت قریبی رشتے دار اسے کن نظروں سے دیکھتے رہے تھے بہت سارے صرف یہ تھی اسے اتنے لوگوں کے درمیان جس تنہائی اور

اکیلے پن کا احساس ہو رہا تھا وہ احساس سے بھی شرت سے بیدار نہیں ہوا تھا کوئی چیز سوئی کی طرز پر چلی تھی جو سسکی کے ساتھ اس نے اپنے جگر پر رکھا تھا تکلیف کی شدت سے اس کی آنکھوں میں ہمر نے لگا تھا۔

”ہمارے تم یہاں کیوں بیٹھی ہو۔۔۔؟“ یا قوت متلاشی نظریں جب اس تک پہنچی تو وہ حیران ہوتا خود آ پہنچا تھا۔

”یہاں سے انھو اور میرے ساتھ وہاں چلو جا سب موجود ہیں۔“ یا قوت نے غلٹ میں اسے اٹھنے اشارہ بھی کیا تھا۔

”میں نہیں ٹھیک ہوں۔۔۔۔۔ آپ جائیں۔“ حیرت بڑھتی تکلیف مضبوط کرتی وہ بمشکل بولی تھی۔

”اچھا نہیں لگ رہا ہمارے تم یہاں اس طرح۔۔۔

”میں ٹھیک ہوں یہاں آپ جائیے۔“ تکلیف سے دوہری ہوئی وہ جھلا اٹھی تھی دنگ نظروں سے قوت نے اس کے کسی بھی آرائش سے پاک سادہ چہرے پر بکھرے اذیت ناک تاثرات کو دیکھا تھا اور اگلے ہی پل پلٹ کر واپس چلا گیا تھا مگر ایک کام اس نے یہ کیا تھا کہ فاروق کو اس کی طرف بھیج دیا تھا۔

”میں تمہیں ہی ڈھونڈ رہا تھا ابو بلا رہے ہیں تمہیں ابھی یا قوت نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے تمہیں کسی نے کچھ کہہ ہے تو بتاؤ مجھے؟“ اس کے چہرے کے تاثرات نے فاروق کو پریشان کر دیا تھا۔

”میرے جیسے کسی کیڑے نے کاٹ لیا ہے مجھ سے یہاں بیٹھا بھی نہیں جا رہا۔۔۔۔۔ آپ ابو کو یہاں بھیج دیں مجھے فوراً گھر جانا ہے۔“ فاروق کے چہرے پر اپنے لئے فکر دیکھ کر مزید اس کا دل بھرا آیا تھا آنسو بہہ نکلے تھے۔

”جب میں یہاں ہوں تو ابو کو بلانے کی کیا ضرورت ہے۔“ بولتے ہوئے فاروق نے اس کے چہرے کا جائزہ لیا تھا جو کہ اب سوچ چکا تھا۔

”تم دو منٹ روکو میں ابو کو بتا کر آتا ہوں فوراً ڈاکٹر سے چیک اپ کروانا پڑے گا۔“ تشویش کے ساتھ بول رہی تھی ایک جانب نکل گیا تھا۔

”اپنی یہ تکلیف تم مجھے نہیں بتا سکتی تمہیں؟“ قریب ہی کرسی پر بیٹھتے یا قوت نے تسکین نظروں سے اس کے جھکے چہرے کو دیکھا تھا۔

”یہ وقت ہے تمہاری تصویر لینے کا ریڈی ہو جاؤ۔“ ”نہیں۔“ اس نے دہل کر ہاتھ کی پشت پیچھے چہرے سے نکائی تھی مگر اگلے ہی پل چونک کر اسے دیکھا تھا جو سینے پر ہاتھ باندھے گہری مسکراہٹ کے ساتھ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

”اتنی اپورٹ تقریب چھوڑ کر جانے کا بہانہ مل گیا تمہیں اتنا بڑا انجکشن لگے گا اب۔“ ہاتھ کے اشارے سے جو اس نے انجکشن کا سائز بتایا تھا اسے دیکھتے ہوئے وہ ہنستا چہرے بھی ہلکا سا مسکرائی تھی۔

”کل آخری تقریب ہے صبح تک فٹ ہو جانا ویسے بھی ابھی مجھے تم سے شہوت اتروانے ہیں جو پک کر تیار ہو چکے ہیں۔“ دھیرے سے ہنستے ہوئے یا قوت نے اس کے بھینپے تاثرات کو دیکھا تھا۔

”ناراض مت ہو“ میں مذاق کر رہا ہوں۔“ ”میں جانتی ہوں۔“ وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تھی۔

”اور کیا کچھ جانتی ہو تم۔۔۔؟“ یکدم ہی اس کے گہرے سنجیدہ لہجے پر وہ زیادہ دیر تک اس کی روشن آنکھوں میں نہیں دیکھ سکی تھی اس لئے شانوں پر دوپٹہ درست کرتی فاروق کی طرف متوجہ ہو گئی تھی جو اسے چلنے کا اشارہ دیتا قریب آ رہا تھا۔

جو اس نے سوچا تھا اسی پر عمل کیا تھا ویسے بھی اس کے پیر کی کنڈیشن چلنے پھرنے کے قابل نہیں تھی سو ویسے میں اس نے سرے سے شرکت ہی نہیں کی تھی ویسے کے دوسرے دن تک وہ پیر کی تکلیف کے بہانے

کمرے تک ہی محدود رہی تھی دوسرے معنوں میں وہ سب کی نظروں سے چھپی رہی تھی۔

نماز کے دوران اسے اپنے کمرے میں کسی کی آمد کا احساس ہو گیا تھا دعا نکلنے کے بعد وہ ربیکا کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

”میں بتایا ابو کی طرف آج جانے والی تھی آپ سے ملنے کے لئے۔“ اسے بے انتہا خوشی ہوئی تھی کہ ربیکا خود اس سے ملنے آئی ہے۔

”تم کیسی ہو پیر کی تکلیف کم ہوئی تمہاری۔۔۔؟“ سنجیدہ سی مسکراہٹ کے ساتھ ربیکا نے پوچھا تھا۔

”اب تو بہتر ہے۔“

”کل میں اور یاور اسلام آباد کی طرف نکل جائیں گے۔“

”اور کہاں کہاں یا دور بھائی کے ساتھ گھومنے جائیں گی؟“ اس نے تجسس سے پوچھا تھا۔

”یہ تو مجھے بھی ابھی تک یاور نے نہیں بتایا“ ہنس واپس آنے میں شاید ایک ماہ ہو جائے کل سے رمیضہ کی یونیورسٹی اور عمر کا کالج بھی شروع ہو جائے گا امی کی چھٹیاں ختم ہونے میں ابھی کچھ دن ہیں مگر اس کے بعد تم یہاں تھا کیا کرو گی بالکل ہی پور ہو جاؤ گی۔“ ربیکا کے سنجیدہ لہجے میں کچھ تھا جو وہ بس خاموشی سے اسے دیکھتی ہی رہی تھی۔

”تمہارا کب تک ارادہ ہے واپسی کا۔۔۔؟“

”میں آج واپسی کے بارے میں سوچ رہی تھی ابو سے بات کرو گی تو شاید کل تک چلی جاؤں گی۔“ سر جھکائے وہ دم دم آواز میں بولی تھی۔

”اچھی بات ہے میں فون کرتی رہوں گی تمہیں یہاں سے جا کر ہمیں بھول مت جانا۔“ ربیکا کے اپنائیت کے اس اظہار پر وہ مسکرا بھی نہیں سکی تھی۔

”مجھے تم سے کچھ پوچھنا تھا اگر تم براندہ ماننے کا وعدہ کرو۔“ ربیکا کے مزید کہنے پر وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

”کیا تمہیں لگتا ہے کہ یا قوت تم میں کوئی اثر سٹ رکھتے ہیں یا تمہاری طرف سے اس کے لئے کوئی پسندیدگی ہے؟“ ربیکا کے سوالوں پر اس کے دل کی دھڑکن رکھی فوراً فنی میں سر ہلاتے ہوئے اس نے سر جھکا لیا تھا۔

”مجھے معلوم تھا کہ تم یہ بے وقوفی نہیں کر سکتی ہو کسی بندے پر چند دنوں میں اعتماد نہیں کیا جاسکتا“ میں یا قوت کو غلط نہیں کہہ رہی اس سے اگر میرا دور ہر ارشتہ ہے تو تم بھی میری بہن ہوئیں نہیں چاہوں گی کہ تم ایسے شخص کی طرف کوئی توجہ دو جس کے انفیئر ز کے چرچے سڈنی سے یہاں تک پھیلے ہیں۔ وہ بہت لالہ بانی اور غیر ذمہ دار لڑکا ہے، کبھی مستقل ایک جگہ نہیں رکھتا، پابندیوں سے بھاگتا ہے زندگی کو کبھی سنجیدگی سے نہیں لیتا اور میں نہیں چاہتی کہ تم ایسے شخص پر کوئی ٹرسٹ کرو۔ کیا تمہیں ایسا کرنا بہتر لگے گا؟“

”آپ نہ جانے کیا سمجھ رہی ہیں مگر ایسا کچھ نہیں ہے جیسا آپ کو لگ رہا ہے۔“ اترے چہرے کے ساتھ وہ مدھم لہجے میں بولی تھی۔

”مجھے تم سے اسی جواب کی توقع تھی۔“ پرسکون انداز میں ربیکا بولتی ہوئی اس کے سامنے سے اٹھ گئی تھی جبکہ وہ اپنی جگہ سے حرکت بھی نہیں کر سکی تھی۔

اپنا سوٹ کیس اس نے تیار کر لیا تھا چند گھنٹوں بعد اسے اس شہر سے دور چلے جانا تھا، اپنے باپ کی ہدایت پر اسے بہت مشکل لگ رہا تھا، اپنے تایا تائی کے گھر جا کر انہیں خدا حافظ کہنا مگر خود پر جبر کرنے کا ہنر اسے آتا تھا، تایا کے گھر میں داخل ہوتے ہوئے اس نے دل سے خدا سے التجا کی تھی کہ یا قوت سے اس کا سامنا نہ ہو، ربیکا کی بارات کی تقریب سے اب تک حمامہ نے اسے دیکھا نہیں تھا اور نہ ہی دیکھنا چاہتی تھی یا اور در ربیکا ایک دن پہلے ہی اپنے ہنی مون ٹرپ پر روانہ ہو چکے تھے، گھر میں اسے صرف تایا اور تائی ہی نظر آئے تھے۔

”تم بھی جاری ہو، کل برسوں تک یا قوت بچے جائے گا کتنا بتانا ہو جائے گا گھر میں۔“ اپنی تائی افسردہ لہجے پر وہ قلی کا ایک حرف بھی نہیں کہہ سکی تھی سفر کے دوران پڑھنے کے لئے اس نے ایک کتاب کی اسٹڈی سے لینے کی اجازت پہلے ہی مانگ لی تھی پھر تائی سے بھی اجازت لے کر وہ آخری بار اسٹڈی داخل ہو گئی تھی شیلف سے اس نے کتاب نکالی تھی، ایک جھٹکے سے دروازہ کھولنا کوئی اسٹڈی میں آیا تھا، اس کی سانسیں رک گئی تھیں جب اس نے یا قوت کو جاری انداز میں اپنی طرف آتے دیکھا تھا۔

”کیا تجھے ہی ہو تم خود کو۔۔۔۔۔۔ بتاؤ مجھے؟ کیا سوچا نے میرے بارے میں اسے تھوڑا کھانا کھائیں دینے؟ کیا کیا ہے میں نے تمہارے ساتھ جو تم نے میرے کردار پر چھڑا چھالی ہے جواب دو مجھے۔۔۔۔۔۔؟“ مگھا کھڑی وہ بس ساکت نظروں سے اس کی غصیلی نظروں اور سرخ دیکھتے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

”میری کس حرکت سے تمہیں یقین ہوا کہ میرے کردار کا مالک ہوں؟ دوبار تم اسی اسٹڈی میں اس وقت آئی ہو جب گھر میں میرے علاوہ کوئی نہیں تھا میرے تمہیں عزت و احترام دیا اور بدلے میں تم نے مجھے گھنایا بے بنیاد الزامات کی بارش کی ہے۔“ شدید اشتعال میں وہ اس پر بھڑک رہا تھا جو ساکت و جامد اس کا چہرہ کر رہی تھی۔

”اس گھر سے کوئی چیز لے جانے کا حق نہیں ہے تمہیں۔“ جارحانہ انداز میں یا قوت نے اس کے ہاتھ سے کتاب چھین کر نیبل پر پھینک دی تھی۔

”میں تمہارا چہرہ بھی نہیں دیکھنا چاہتا تھا ابھی اور نہ ہی زندگی میں دوبارہ بھی۔۔۔۔۔۔ چلی جاؤ یہاں سے۔“ طیش بھری نظروں سے اسے دیکھتا وہ دروازے کی سمت اشارہ کر گیا تھا، طیش کی مانند سفید چہرے کے ساتھ حمامہ نے اس کے چہرے سے نظر ہٹائی تھی اور اسی طرح تنگ کیفیت میں پلٹی اسٹڈی سے ہی نہیں گھر سے اور پھر اس

شہر کی سرد اور خشک ہواؤں سے بھی دور نکل گئی تھی۔

وہ نہیں جانتی کہ کتنے دن تک وہ اپنے آپ کو صحت مند کی کوشش کرتی رہی تھی اور تا کام ہوئی رہی تھی جس گھر میں وہ ہمیشہ رہی تھی اس کے دروازے پر اسے ایسی اجنبیت اسے پہلے کبھی محسوس نہیں ہوئی تھی ربیکا کی شادی میں شرکت کے لئے اپنے گھر اپنے شہر کو کچھ مہرے کے لئے چھوڑنا اس کی زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی اس کا اندازہ اپنے شہر واپس آ کر اسے ہو گیا تھا، یہاں کوئی چیز بھی تو اسے دوبارہ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھی یا پھر شاید اس کا دل یہاں کی آب و ہوا کو قبول نہیں کر پا رہا تھا، بس کچھ دن اس کے بعد سب ٹھیک ہو جائے گا، کئی دن تک خود کو یہ تسلی دیتے دیتے اس کی روح تک تھک چکی تھی پتا نہیں ایسا کیا گناہ سرزد ہوا تھا اس سے کہ اس کا رد و حال کچھ سننے کے لئے ہی تیار نہیں تھا، ہر گزرتا دن اسے بے بس اور نڈھال کرتا چلا گیا تھا، کوئی غم گسار ایسا نہیں تھا جس کے سامنے وہ بلا خوف و خطر آنسو بہاتی، کوئی رات ایسی نہیں گزرتی تھی جب اس نے تنکے میں چہرہ نہ چھپایا ہو اس ڈر سے کہ کہیں اس کی سسکیاں اس کی گزرتی کو بیدار نہ کر دیں اس کے آنسوؤں پر وہ کوفت میں مبتلا نہ ہو جائیں اور اسے اپنے آنسوؤں کی بے قدری گوارہ نہیں تھی۔

”اور اگر تمہارے دل نے تم سے کلام کرنا چھوڑ دیا تو۔۔۔۔۔۔“ ہر رات اس کے کانوں میں گونجتے یہ جملے دل کی اذیت میں اضافہ کرتے تھے اسے کسی سے کوئی شکایت نہیں تھی ربیکا سے بھی نہیں۔۔۔۔۔۔ صدمہ تھا تو اس چیز کا کہ ایک شخص کس طرح تا کر وہ گناہوں کی سزاوار بنا کر اپنی اور خود اس کی نظروں میں بھی اسے گرا چکا ہے، دل کو مٹانا اسے نہیں آتا تھا، دل کو کلام کرنے پر مجبور کرنا اس نے ترک کیا اور خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا، کسی کے پاس یہ محسوس کرنے کا وقت نہیں تھا کہ وہ بیٹھے بیٹھے کن سوچوں میں گم ہو جاتی ہے کیوں وہ گھر کے کام

مکمل کر کے یہ بھول جاتی ہے کہ اس نے کوئی کام کب مکمل کیا اور یہ کہ کیا ہے بھی یا نہیں، خاموش وہ پہلے بھی رہتی تھی مگر اب کیوں بالکل ہی غم صدمہ درود یوار کوکتی ہے؟ اتنی گہرائی سے اسے جاننے کا وقت کم از کم اس دنیا میں کسی کے پاس نہیں تھا۔

پانچ ماہ جیسے ایک صدی بن کر گزرے تھے رمضان المبارک کا مقدس مہینہ اس کی خاموشی اور سنجیدگی کو مزید بڑھا گیا تھا۔ پندرہ رمضان گزر چکے تھے جب اچانک ایک دن اس نے فاروق کو اپنے روبرو دیکھا تھا۔

”اس بار عید پر تم ہم سب کے ساتھ ہو گی، کوئی بہانہ مت کرنا، جلدی سے تیار ہو جاؤ گھر میں سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔“ فاروق کی غلٹ پر اسے یہ سوچنے کا موقع بھی نہیں ملا تھا کہ اسے فاروق کے ساتھ جانا چاہیے بھی یا نہیں۔۔۔۔۔۔

”عید کے تیسرے دن رمیہ کی انجمنٹ بھی ہے۔“ فاروق کی اطلاع پر اسے اپنا وجود بے جان ہوتا محسوس ہوا تھا۔

”بڑی خالہ کے غفران کو تو دیکھا ہے تم نے ربیکا کی شادی پر شادی بھی شاید جلد ہو جائے اس لیے بس گھر کے ہی لوگوں کے درمیان یہ رسم ہو گی۔“ فاروق اور بھی کچھ کہہ رہا تھا جو کہ اسے سنائی نہیں دے رہا تھا، صحیح معنوں میں وہ بری طرح شکستہ تھی۔

اس بار بھی اسے کسی گرجوٹی کی توقع نہیں تھی اور نہ ہی یہ چیز اس کے اپنے دل میں تھی مگر توقع کے برخلاف اس کی آمد پر جو خوشی اسے سب کے چہروں پر نظر آئی تھی وہ اسے حیران کر گئی تھی۔

”مجھے اتنی خوشی ہو رہی ہے تمہیں دیکھ کر بیان نہیں کر سکتی، اتنی باتیں بتاتی ہیں تمہیں۔“ رمیہ والہانہ انداز میں لپکتے ہوئے بولی تھی۔

”وہ باتیں غفران بھائی کے علاوہ یقیناً کسی اور کی

نہیں بول گئی۔ "میرے دور سے ہی آواز لگائی تھی۔
 "زیادہ مست ہوا کرنا۔" سب کے سامنے مہر کے
 اس نعرے پر ہمیشہ شرمندہ ہوئی تھی۔

"دوبارہ پلیٹ کر ہی نہیں آئیں تم۔۔۔۔۔ اگر فاروق
 کے ساتھ نہ آئیں تو میں بالکل ناراض ہو جاتی تم سے۔"
 ربیکا اسے گلے لگا کر بول رہی تھی اور وہ سوچ رہی تھی کہ کسی
 کی پشت پر وار کرنے کے بعد اسے اپنے سینے سے لگانا
 بھی اتنا آسان ہوتا ہے مگر وہ بس یہ سوچ کر رہ گئی تھی۔

رمضان کے بقیہ دن گھر میں سب کے ساتھ
 گزارتے ہوئے پہلی بار اسے کسی خوف یا شرمندگی کا
 سامنا نہیں کرنا پڑا تھا ایک اپنائیت تھی جو اسے ہر طرف
 سے مل رہی تھی یہ اور بات کہ دل کی بے لگی اپنی جگہ
 ڈھٹائی سے موجود تھی۔

گہری نیند سو کر وہ جب اٹھی تو عصر کا وقت ہو گیا تھا
 نماز سے فارغ ہو کر وہ سیدھی پنکٹا سمت گئی تھی تاکہ
 معمول کی طرح افطار کے لیے رفعت اور رمیثہ کی کچھ
 مدد کروائے مگر کچن سے کچھ فاصلے پر یکدم ہی اس کے
 قدم ساکت ہوئے تھے۔

"مجھے سیٹ نہیں ملی تھی ورنہ رمضان کے کچھ دن
 میں ضرور یہاں گزارتا۔" پنکٹا سے آتی گیمیر سنجیدہ آواز
 پر اس کا وجود سن ہونے لگا تھا مگر سرعت سے چلتی وہ
 واپس کمرے میں جا کر بند ہو گئی تھی۔ شاید وہ اچانک آیا
 تھا ورنہ اس کی آمد کا ذکر ضرور کہیں نہ کہیں سے سننے کو ملتا
 وہ اب تک یہی سوچ کر مطمئن رہی تھی کہ زندگی میں اب
 کبھی اس کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔۔۔۔۔ وہ بھی تو یہی
 چاہتا تھا۔

"کیسی گئی آپ کو یہاں کی لائٹنگ؟" عمر کی آواز
 اسے ایک قی جھکے میں حال میں پہنچ لائی تھی۔

"یہاں بہت خوبصورت لگ رہا ہے۔ تم نے
 محنت بھی تو اتنی کی ہے۔" ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ

بولی تھی۔

"اب اور کہاں یہ لائٹس لگانی باقی ہیں
 سے ہاتھوں میں موجود سامان کو دیکھتے ہوئے
 پوچھا تھا۔

"برابر میں یاد رہا بھائی نے دھمکی دی ہے وہ
 بھی سچاؤ ورنہ وہ یہاں آ کر ساری لائٹس تو
 گئے۔" عمر کے بتانے پر وہ بے ساختہ مسکرائی اسے
 رہی تھی جو درمیانی دروازے سے تیار کے پورشن
 گیا تھا۔ ایک گہری سانس بھر کر اس نے اپنے
 میں سچے مہندی کے نقش و نگار دیکھے تھے کلائیوں
 بھری مہندی اب تقریباً خشک ہو گئی تھی۔ رفعت
 بھائی اپنی بیوی اور بیٹیوں کے ہمراہ چاند را
 مبارکباد دینے آئے تھے۔ رمیثہ کی ان کزنز کے
 وہ بھی اس کے کمرے میں ہی تھی جب رمیثہ۔
 کزن سے کہہ کر زبردستی اسے بھی مہندی لگوا دی تھی
 اندر جانے کا ارادہ کرتے ہوئے وہ رک کر د
 اس درخت کے قریب آئی تھی جس کی شاخوں
 گرین لائٹس کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔ سرائف
 ان شاخوں کو تکتے ہوئے وہ واپس جانے کا ارادہ
 گئی تھی۔

ٹھنک کر رکتے ہوئے یا قوت کی نظریں اس
 ساکت ہوئی تھیں سبز شعاعوں میں گہری وہ کوئی
 خود کر دینے والی ماورائی مخلوق دکھائی دے رہی تھی
 ہی وہ چونک اٹھی تھی نگاہوں کے ارتکاز پر وہ تو سانس
 نہیں لے سکی تھی جبکہ یا قوت سرعت سے اس پر۔
 نظریں ہٹاتا تیز قدموں کے ساتھ آگے بڑھ گیا تھا
 درخت کے چوڑے تنے کا سہارا لیتی وہ رخ موڑ گئی
 جب اس نے یا قوت کو اچانک دک کر پلٹے دیکھا تھا۔
 "مگر رے چھ ماہ میں کوئی دن ایسا نہیں گزارا
 میں نے یہ نہ سوچا ہو کہ ایسا کیا غلط سرزد ہوا ہے مجھ سے
 جو تم نے ربیکا کے سامنے میرے بارے میں اتنے خنہ
 الفاظ ادا کیے۔" مدھم گیمیر آواز پر تمام نے اپنا رخ اس

لی جانب موڑا تھا۔

"نچو۔۔۔ ایک کرب میں جتنا رد کر گزارے ہیں میں
 نے میں نے ہر بار تمہیں تحفظ دینے کی کوشش کی کبھی
 تمہیں ڈی گریڈ نہیں کرنا چاہا اپنی موجودگی میں
 تمہارے ارد گرد کے ماحول کو تمہارے لئے سازگار رکھتا
 رہا تم کوئی ایسا لمحہ بتاؤ جس میں تمہیں نیچے گرا کر میں
 نے خود کو پینڈنشل پر چڑھایا ہو۔۔۔۔۔؟" وزویدہ نظروں
 سے اسے دیکھتا وہ تھکے تھکے لہجے میں بولا تھا۔

"حمامہ! تمہاری یہ خاموشی اس عذاب سے زیادہ
 لذت ناک ہے جس سے میں گزار رہا ہوں۔" شدید
 بے چینی کے ساتھ وہ اسے دیکھ رہا تھا جو اس کے گریبان
 کے تیسرے پن پر نظر جمائے ساکت کھڑی تھی۔

"تمہاری خاموشی مجھے یقین دے رہی ہے کہ میں
 واقعی اس سزا کے قابل ہوں جو تم نے میرے لیے منتخب
 کی ہے۔" تاسف زدہ لہجے میں اتنا ہی بولا تھا جب حمامہ
 نے اس کی آنکھوں میں لہراتے کرب کو دیکھا تھا۔

"میں نے آپ کے بارے میں کسی سے کچھ نہیں
 کہا۔۔۔ کوئی رائے نہیں دی۔۔۔ کبھی بھی نہیں۔" اس کی
 مدھم آواز پر یا قوت نے دنگ نظروں سے اسے دیکھا تھا
 اور اگلے ہی پل درمیان کا فاصلہ ختم کرنا بالقابل آڑ کا تھا۔
 "مگر پھر ربیکا نے مجھ سے کیوں۔۔۔۔۔ دنگ لہجے
 میں بولتے ہوئے وہ یکدم ٹوکا تھا اور اگلے ہی پل جیسے
 حقیقت کھل کر خود بخود سامنے آ چکی تھی ایک گہری
 سانس لے کر نفی میں سر ملاتے ہوئے اس نے حمامہ کے
 چہرے سے نظریں ہٹائی تھیں۔

"میرا دل کہتا تھا کہ یہ سب جھوٹ ہے میرے دل
 میں تمہارے لیے اتنے پاکیزہ جذبے تھے کہ دل یہ سب
 کچھ قبول کرنے کے لیے کبھی تیار نہ ہوا مگر۔۔۔۔۔ میرا دماغ
 کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہ پہلے تھا اور نہ ہی اب
 ہے۔" وہ حیران پریشان بول رہا تھا۔

"جب میں نے آپ کے بارے میں بتائے تھے
 کسی لفظ پر یقین نہیں کیا تو آپ نے کیسے آنکھیں بند کر

کے یقین کر لیا تھا کہ میں آپ کے بارے میں غلط رہا۔
 کا اظہار کر سکتی ہوں۔۔۔؟" نظر بھکائے وہ بولی تھی۔

"ہاں۔۔۔ مجھے اپنا یہ گناہ قبول ہے مجھے پہلے تم
 سے تصدیق تو کرنی چاہیے تھی۔ مجھ سے کیسے یہ غلطی
 ہو گئی۔" شدید ندامت کے ساتھ بولتا وہ اس سے نظریں
 نہیں ملا سکا تھا۔

"مجھے ربیکا سے یہ امید ہرگز نہیں تھی۔" وہ تاسف
 کے ساتھ بولا تھا۔

"رمیثہ ان کی بہن ہے اس کی محبت میں اس کی
 خوشی کے لیے انہیں جو ٹھیک لگا انہوں نے کر دیا۔"
 حمامہ نے کہا تھا۔

"اپنی بہن کے لیے وہ مجھے تم سے دور کر کے جہنم
 میں دھکیل گئی یہ ٹھیک کیا اس نے۔۔۔؟" کچھ غصیلے لہجے
 میں پوچھ رہا تھا۔

"کیا تم سے اس کا کوئی رشتہ نہیں تھا کیا تم اس
 کی بہن نہیں ہو؟" اس کے مزید کہنے پر وہ خاموش ہی
 رہی تھی۔

"رمیثہ کے بارے میں جب جب میری رائے
 مانگی گئی میں نے انکار کر دیا تھا تمہارے جانے کے بعد
 دوبارہ یہ ایسا اٹھا تھا مگر میں نے مٹھنی واپس جاتے
 ہوئے رمیثہ کو بھی اپنے انکار کی وجہ بتا دی تھی کہ میں نے
 کبھی اس کے لیے وہ سب نہیں سوچا جس کے لیے سب
 مجھے مجبور کرنا چاہتے ہیں اس کے بعد کیا ہوا زہر تو نہیں
 کھایا اس نے وہ خوش ہے کیونکہ غفران ایک اچھا انسان
 ہے اور شاید وہی ایک اچھا انسان ہے جو اسے برداشت
 بھی کر لے گا۔" اس کے بگڑے انداز پر حمامہ بس
 خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"یہاں سے جانے کے بعد ایک بار بھی تمہیں ایسا
 نہیں لگا جیسے یہ دنیا اور زندگی تم پر تنگ ہو رہی ہے؟"
 اس کے بے بس لہجے پر حمامہ اس کی آنکھوں میں نہیں
 دیکھ سکی تھی۔

"ایک بار نہیں۔۔۔ کئی بار۔" وہ صرف سوچ کر رہ

مٹی تھی۔

بزمِ محرمِ روشنی میں جذبات کی حدت سے دہکتے اس کے چہرے کو دیکھا تھا دوسری جانب یاقوت نے سرعت سے اس کا ہاتھ پکڑ کے وہیں اپنے سانسے کر لیا تھا۔

”کیا واقعی اس چاند رات کی کوئی اہمیت نہیں؟“ مسکراتی نظروں سے یاقوت نے اس کی گھبراہٹ کو دیکھا تھا۔

”شاید یہ میری زندگی کی پہلی خوبصورت چاند رات ہے۔“ وہ محرم لہجے میں ہنسنے لگی تھی۔

”اور اس کی مبارکباد کا حقدار کون ہے؟“ وہ پوچھ رہا تھا۔

”آپ کو چاند رات مبارک۔“ دھیرے سے اپنا ہاتھ اس کی طرف سے نکالتی وہ اسے محرزہ کر گئی تھی۔

”اور میری طرف سے پیشگی عید مبارک۔“ گہری نظروں سے یاقوت نے اس کے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھا تھا جو پھر زکریا نہیں تھی۔ اس کی غلٹ پر کھل کر مسکراتے ہوئے یاقوت نے اپنی بندھنی کھولی تھی جس میں اس نے بہت نامحسوس انداز میں مہندی کے

مبکھے ذرات اور حمام کی رنگ اتارتے ہوئے قید اس طرح کی تھی کہ اپنی گھبراہٹ میں وہ توجہ ہی نہیں دے سکی تھی۔

یہ ذرات اور رنگ بہت عقیدت کے ساتھ اس نے اپنے والٹ میں کسی دوسرے خوبصورت لمحے کے لیے

سنبھال کر رکھ لیے تھے جس کے لیے اب اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا تھا۔ اپنی پوزی پھلتی پر رہ جانے والے

مہندی کے باریک ذرات کو اس نے دیکھا تھا اور پھر وہ ہاتھ اپنے دل کے مقام پر رکھ لیا تھا۔ سرشار ہو کر سبز

گھاس پر قدم آگے بڑھاتے ہوئے اس نے کھلے آسمان پر چمکتے باریک ہلال کو دیکھا تھا جو اسے یہ یقین

دے رہا تھا کہ چاند رات تو سب کے لیے ہے۔

مگر آج اس حسین رات میں اس نے حقیقتاً اپنے چاند کو پالیا تھا اب بھی نہ کھونے کے عہد کے ساتھ۔

☆ ☆ ☆

”یہاں سے جا کر میں ایک رات بھی سکون سے نہیں سو سکا تھا“ ذہن میں بس ایک ہی سوال چبھتا رہتا

تھا کیوں..... آخر کیوں؟ ہر رات میں خود پر لعنت بھیجتا

تھا کہ میں نے کیوں تمہیں دیکھا تمہیں اپنے کندھے پر سوار کرتے ہوئے یہ کیوں نہیں سوچا کہ تم میرے سر پر

زندگی بھر کے لیے سوار ہو کر مجھے..... یکدم رک کر اس نے حمام کی پیشانی پر پڑنے تل دیکھے تھے۔

”مجھے معاف کر دو.....“ اس کے شرمندہ لہجے پر بھی حمام نے اسے نہیں دیکھا تھا۔

”میں جانتا ہوں میری جلد بازی نے سب کچھ غلط کر دیا تھا لیکن اگر تم خاموش نہ رہتیں تو ہماری زندگی کے یہ قیمتی 6 ماہ برباد نہ ہوتے۔“

”6 ماہ میں بھی کیا ہو جاتا.....؟“ وہ سخت زور لہجے میں بولی تھی۔

”کم از کم میں تو بہت کچھ کر جاتا۔“ اس کے گہرے لہجے پر وہ نظر چڑھ گئی تھی۔

”تم اس وقت تو میری زبان بند کر سکتی تھیں جب میں پاگلوں کی طرح تم پر چیخ پڑا رہا تھا۔“

”شاید مجھے اس بات کا صدمہ تھا کہ آپ نے مجھ سے کتاب چھین لی تھی۔“ وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تھی۔

”بدلتو تم نے بھی لیا جاتے باتے میری روح کھینچ کر لے گئیں۔“ یاقوت نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

”تم نے مجھے چاند رات کی مبارکباد نہیں دی ابھی تک.....؟“

”اس بار بیوہ ماؤنٹین کی فوٹو ز ساتھ لائے ہیں؟“ اس کی بات نظر انداز کیے وہ پوچھ رہی تھی۔

”بیوہ ماؤنٹین کے نام سے غرت ہو چکی تھی مجھے تمہارے بغیر وہاں جاتا تو یقیناً کسی پہاڑ پر چڑھ کر خود کو

نیچے کرا دیتا۔“ اس کے تنجیدہ لہجے پر حمام نے ایک نگاہ